Rooh-e-Tahqeeq, Vol.04, No.01, Serial No. 11, January – March 2026

Poverty Alleviation and Non-Muslim Economists: A Research Review of Capitalism, Socialism, and Welfare State Concepts

انسدادِ غربت اور غیر مسلم ماہرینِ معیشت: سرمایہ داری، اشتراکیت اور فلاحی ریاست کے تصورات کا تحقیقی جائزہ

Amir ul Islam
PhD Scholar, Department Islamic Studies, Abdulwali Khan University Mardan
amirkhan19198@gmail.com

Dr. Sohail Anwar
Lecturer, Department Islamic Studies, Abdulwali Khan University Mardan
sohail_anwar@awkum.edu.pk

Abstract:
This research paper provides a comprehensive analytical review of poverty alleviation theories as propounded by prominent non-Muslim economists, spanning from the classical era to contemporary developmental discourse. The study systematically examines the evolution of economic thought, beginning with Adam Smith's "Invisible Hand" and the mechanics of free-market capitalism, moving through Karl Marx's critique of structural exploitation and surplus value. It further explores the 20th-century paradigm shifts, specifically John Maynard Keynes's advocacy for state interventionism during economic stagnations and Milton Friedman's neoliberal counter-arguments emphasizing individual economic freedom and monetary stability. The second phase of the research focuses on modern human-centric models, critically evaluating Amartya Sen's "Capability Approach," which redefines poverty as a deprivation of basic freedoms, and Jeffrey Sachs's strategic roadmap for clinical economics and global partnership. Through a comparative lens, the paper argues that while these diverse intellectual traditions offer significant material and institutional frameworks for mitigating destitution, they often grapple with a persistent "moral vacuum." The study concludes that the absence of a transcendent ethical foundation in these secular models frequently results in the concentration of wealth and systemic inequalities, necessitating a synthesized approach that balances material mechanisms with holistic social justice.

Keywords: Capitalism, Socialism, Monetarism, Marxism, Keynesianism, Capabilities, Neoliberalism, Infrastructure, Inequality, Empowerment

عصرِ حاضر میں غربت محض ایک معاشی یا مالیاتی عارضہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر سماجی، اخلاقی اور تہذیبی چیلنج بن چکا ہے۔ انسانی تاریخ میں مختلف ادوار کے ماہرینِ معیشت نے اس مسئلے کو اپنے اپنے فکری زاویوں سے سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بعض نے غربت کو دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کا شاخسانہ قرار دیا، بعض نے اسے محنت اور پیداواریت کی کمی سے تعبیر کیا، جبکہ کچھ مفکرین نے انسانی صلاحیتوں کی محرومی اور ادارہ جاتی کمزوریوں کو اس کا اصل سبب بتایا۔ ان متنوع نظریات نے نہ صرف عالمی معیشت کی تشکیل کی بلکہ ریاستی پالیسیوں کی سمت اور سماجی انصاف کے تصور پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

غیر مسلم ماہرینِ معیشت کے افکار میں ایک بنیادی قدرِ مشترک یہ ہے کہ وہ غربت کو ایک قابلِ حل "معاشی مظہر" (Economic Phenomenon) کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ایڈم سمتھ (Adam Smith) کے نزدیک غربت اس

وقت جنم لیتی ہے جب منڈی کی فطری آزادی کو رکاوٹوں کا سامنا ہو، جبکہ کارل مارکس (Karl Marx) نے اسے سرمایہ دارانہ نظام کے بطن میں چھپے طبقاتی استحصال کا نتیجہ قرار دیا۔ بیسویں صدی میں جان مینارڈ کینز (Keynes) نے ریاستی مداخلت کا نظریہ پیش کر کے سرمایہ داری کو بچانے کی کوشش کی، تو ملٹن فریڈمین (Friedman) نے "نیولبرل ازم" کے ذریعے دوبارہ آزاد منڈی کا دفاع کیا۔ جدید دور میں امرتیا سین (Amartya Sen) نے غربت کو "انسانی صلاحیتوں کی محرومی" کے تناظر میں بیان کر کے بحث کو ایک نئی اخلاقی جہت عطا کی۔ اس فصل میں ہم ان مفکرین کے افکار کا تنقیدی مطالعہ کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ جدید دنیا میں غربت کے خاتمے کے لیے پیش کردہ یہ مادی نظریات کس حد تک پائیدار بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

۱. ایڈم سمتھ (Adam Smith): آزاد منڈی اور دولتِ مشترکہ کا تصور

ایڈم سمتھ (۱۷۲۳–۱۷۹۰ء) اٹھارویں صدی کے اسکاٹ لینڈ کے نامور فلسفی اور ماہرِ معیشت تھے جنہیں "جدید معاشیات کا بانی" تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی فکری بنیاد "کلاسیکی لبرل ازم" پر قائم ہے، جس نے معاشی آزادی، منڈی کی خودکار تنظیم اور محنت کی تقسیم کے اصولوں کے ذریعے جدید سرمایہ دارانہ نظام کا نقشہ تیار کیا۔ ان کی شہرت ان کی دو عظیم تصانیف (The Theory of Moral Sentiments 1759) اور (The Wealth of Nations 1776) کی مرہونِ منت ہے۔ پہلی کتاب میں انہوں نے انسانی ہمدردی (Sympathy) کے اخلاقی اصول بیان کیے، جبکہ دوسری کتاب معاشی تاریخ کا وہ سنگِ میل ہے جس نے قوموں کی ترقی کے اسباب متعین کیے۔

الف۔ غیر مرئی ہاتھ (Invisible Hand) اور فلاحِ عامہ: ایڈم سمتھ کے نزدیک انسانی فلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ منڈی کی آزادی (Free Market) ہے، جہاں ہر فرد اپنے ذاتی مفاد (Self-Interest) کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔ ان کا مشہور نظریہ ہے کہ انسان کی فطری خود غرضی ہی دراصل معاشرتی بہبود کی محرک بنتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "ہر فرد صرف اپنی ذاتی منفعت کا ارادہ رکھتا ہے، لیکن وہ اس عمل میں ایک 'غیر مرئی ہاتھ' کے ذریعے ایک ایسے مقصد (اجتماعی فلاح) کی تکمیل کی طرف بڑھتا ہے جو اس کے ارادے کا حصہ نہیں تھا۔"[۱]

ب۔ غربت کے اسباب: غیر فطری مداخلت اور اجارہ داری: سمتھ کے نزدیک غربت کی بنیادی وجہ وسائل کی کمی نہیں بلکہ منڈی کے فطری بہاؤ میں وہ "غیر فطری رکاوٹیں" ہیں جو اجارہ داریوں یا ریاستی کنٹرول کی صورت میں لگائی جاتی ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ جب ریاست معاشی امور میں بے جا مداخلت کرتی ہے، تو وہ ان فطری محرکات کو کچل دیتی ہے جو محنت کش کو خوشحالی کی طرف لے جا سکتے ہیں۔

> "اگر کوئی حکمران یہ طے کرنے کی کوشش کرے کہ افراد اپنے سرمایے کو کس طرح استعمال کریں، تو اس سے زیادہ خطرناک اور بیوقوفانہ کوئی مداخلت نہیں ہو سکتی۔"[۲]

ج۔ محنت کی تقسیم (Division of Labour) اور پیداواریت: غربت کے عملی حل کے طور پر سمتھ نے "محنت کی تقسیم" کا اصول پیش کیا۔ ان کے نزدیک جب کام کو مختلف حصوں میں بانٹ دیا جاتا ہے، تو مہارت (Specialization) پیدا ہوتی ہے، پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور اشیاء سستی ہوتی ہیں، جس کا براہِ راست فائدہ غریب طبقے کو پہنچتا ہے۔ وہ اسے محنت کی قوتِ پیداوار میں ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔[۳]

د۔ ریاست کا محدود کردار اور انسانی ترقی: ایڈم سمتھ اگرچہ آزاد منڈی کے حامی تھے، مگر وہ ریاست کو بالکل بے دخل کرنے کے حق میں نہ تھے۔ ان کے نزدیک ریاست کی تین بنیادی ذمہ داریاں ہیں:

دفاع: بیرونی جارحیت سے تحفظ۔

عدل: داخلی انصاف کا قیام۔

عوامی سہولیات: ایسے ادارے (مثلاً تعلیم) جو نجی شعبہ قائم نہ کر سکے۔

انہوں نے خاص طور پر "عوامی تعلیم" پر زور دیا تاکہ محنت کش طبقہ وہم اور جہالت سے نکل کر اپنی پیداواری صلاحیتوں کو بہتر بنا سکے، جو کہ غربت کے مستقل خاتمے کے لیے ضروری ہے۔[۴]

ہ۔ تنقیدی جائزہ: ایڈم سمتھ کی فکر نے صنعتی انقلاب کو ایک علمی بنیاد تو فراہم کی، مگر ان کے "غیر مرئی ہاتھ" کے تصور نے عملی طور پر دولت کے ارتکاز (Concentration of Wealth) کو جنم دیا۔ بعد کے مفکرین، بالخصوص کارل مارکس نے اس پر تنقید کی کہ سمتھ کی معاشی آزادی نے مزدور کا استحصال آسان کر دیا۔ تاہم، ایڈم سمتھ کا یہ اعتراف کہ "کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک خوشحال نہیں ہو سکتا جس کا بڑا حصہ غریب اور بدحال ہو"، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ معاشی ترقی کا حتمی مقصد سماجی بہبود کو ہی سمجھتے تھے۔[۵]

۲. کارل مارکس (Karl Marx): اشتراکی نظریہ اور طبقاتی جدوجہد

کارل مارکس (۱۸۱۸–۱۸۸۳ء) انیسویں صدی کے ممتاز جرمن فلسفی، ماہرِ معاشیات اور انقلابی نظریہ دان تھے، جنہیں جدید اشتراکیت (Socialism) اور کمیونزم کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ مارکس نے تاریخ کی مادی تعبیر پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسانی معاشرے کی ترقی کا اصل محرک خیالات نہیں بلکہ مادی حالات اور معاشی ڈھانچے ہیں۔ ان کے نزدیک سرمایہ دارانہ نظام اپنی جبلت میں استحصالی ہے، جو معاشرے کو دو بڑے طبقات (سرمایہ دار اور محنت کش) میں تقسیم کر کے غربت اور ناہمواری کو دوام بخشتا ہے۔[۶]

الف۔ شاہکار تصنیف: "داس کیپیٹل" (Das Kapital): مارکس کی سب سے مؤثر تصنیف Das Kapital (سرمایہ) ہے، جس میں انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کا عمیق تجزیہ پیش کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے "قدرِ زائد" (Surplus Value) کا نظریہ پیش کرتے ہوئے واضح کیا کہ سرمایہ دار کس طرح مزدور کی محنت کا وہ حصہ غصب کر لیتا ہے جس کی اسے اجرت نہیں دی جاتی۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں سے دولت کا ارتکاز شروع ہوتا ہے اور محنت کش طبقہ مستقل بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے۔[۷]

ب۔ تاریخی مادیت اور طبقاتی کشمکش: مارکس کے نزدیک تاریخ کا پہیہ مادی ضرورتوں اور طبقاتی تصادم کے نتیجے میں گھومتا ہے۔ ان کا مشہور دعویٰ ہے:

> "The history of all hitherto existing society is the history of class struggles."[8]

ترجمہ: "اب تک کے تمام انسانی معاشروں کی تاریخ دراصل طبقاتی جدوجہد کی تاریخ ہے۔"

ان کے نزدیک غربت محض ایک معاشی مسئلہ نہیں بلکہ طاقت کے ناجائز ارتکاز اور ایک طبقے کا دوسرے طبقے پر غلبے کا نتیجہ ہے۔

ج۔ غربت کا سبب: سرمایہ دارانہ استحصال اور قدرِ زائد: مارکس کے مطابق غربت کی اصل جڑ وہ طریقہ کار ہے جس میں سرمایہ دار مزدور کی محنت سے پیدا ہونے والی "اضافی قدر" (Surplus Value) کو اپنا منافع بنالیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "The surplus value is the unpaid labor of the working class appropriated by the capitalist."[9]

ترجمہ: "اضافی قدر دراصل محنت کش طبقے کی وہ غیر اداشدہ محنت ہے جسے سرمایہ دار طبقہ ہتھیا لیتا ہے۔"

دولت کا یہی یک طرفہ ارتکاز ایک قطب پر امیری اور دوسرے پر غربت کے انبار لگا دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "Accumulation of wealth at one pole is, therefore, at the same time accumulation of misery at the opposite pole."[10]

ترجمہ: "ایک مقام پر دولت کا ارتکاز، لازمی طور پر دوسرے مقام پر بدحالی اور مصائب کے انبار پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔"

د۔ بیگانگی (Alienation) اور اجرتی غلامی: مارکس نے غربت کے نفسیاتی پہلو پر بھی روشنی ڈالی۔ ان کے نزدیک سرمایہ داری میں مزدور صرف مالی طور پر غریب نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی محنت اور انسانی جوہر سے بھی محروم ہو جاتا ہے، جسے وہ "بیگانگی" کہتے ہیں۔

> "In the process of production, the worker becomes alienated from his labor, his product, and his own essence."[11]

ترجمہ: "پیداوار کے عمل کے دوران، مزدور اپنی محنت، اپنی تخلیق کردہ شے اور اپنی انسانی ذات سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔"

ان کے نزدیک ایک مزدور جتنا زیادہ کام کرتا ہے اور جتنی زیادہ دولت پیدا کرتا ہے، وہ اپنے مادی حالات کے اعتبار سے اتنا ہی زیادہ نادار ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ پیدا کردہ دولت اس کے خلاف سرمایہ دار کی طاقت میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔[۱۲]

ہ۔ حل: نجی ملکیت کا خاتمہ اور اجتماعی ملکیت کا قیام: کارل مارکس کے نزدیک غربت کا کوئی بھی حل اس وقت تک پائیدار نہیں ہو سکتا جب تک "ذرائع پیداوار" (Means of Production) نجی ملکیت میں رہیں۔ ان کا پیش کردہ حل انتہائی مختصر مگر جامع ہے:

> "The theory of Communism may be summed up in one sentence: Abolition of private property."[13]

ترجمہ: "کمیونزم کے نظریے کو ایک جملے میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے: نجی ملکیت کا خاتمہ۔"

و۔ نتیجہ و اثرات: مارکس کے نزدیک غربت کے خاتمے کا واحد راستہ ایک ایسا "غیر طبقاتی معاشرہ" ہے جہاں ہر فرد کی آزادانہ ترقی سب کی ترقی کی ضامن ہو۔ ان کی فکر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی تشریح کرنا کافی نہیں، اصل مقصد اسے بدلنا ہے۔ ان کے ان افکار نے بیسویں صدی میں سوویت یونین، چین اور مشرقی یورپ میں بڑے پیمانے پر سماجی و معاشی انقلابات برپا کیے اور دنیا کو سرمایہ داری کے مقابلے میں ایک طاقتور متبادل فراہم کیا۔[۱۴]

۳. جان مینارڈ کینز (John Maynard Keynes): مداخلتِ ریاست اور فلاحی معیشت

جان مینارڈ کینز (۱۸۸۳–۱۹۴۶ء) بیسویں صدی کے وہ مایہ ناز برطانوی ماہرِ معیشت ہیں جنہوں نے "کلاسیکی معاشیات" کے خودکار توازن کے نظریے کو چیلنج کر کے جدید معاشی فکر کی بنیاد رکھی۔ کینز کے افکار اس وقت سامنے آئے

جب دنیا "عظیم معاشی بحران" (The Great Depression) کی لپیٹ میں تھی اور سرمایہ دارانہ نظام اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا۔ انہوں نے یہ انقلابی نظریہ پیش کیا کہ معیشت ہمیشہ خودکار طور پر مکمل روزگار (Full Employment) فراہم نہیں کر سکتی، بلکہ اکثر اوقات طلب کی کمی کے باعث جمود کا شکار ہو جاتی ہے، جہاں ریاست کی مداخلت ناگزیر ہو جاتی ہے۔[۱۵]

الف۔ شاہکار تصنیف: "روزگار، سود اور زر کا عمومی نظریہ": کینز کی کتاب The General Theory of (Employment, Interest and Money) نے معاشی پالیسی سازی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس تصنیف میں انہوں نے واضح کیا کہ معاشی نظام کی سب سے بڑی خرابی اس کی ناہمواری ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "The outstanding faults of the economic society in which we live are its failure to provide for full employment and its arbitrary and inequitable distribution of wealth and incomes."[16]

ترجمہ: "ہم جس معاشی معاشرے میں جی رہے ہیں اس کی نمایاں ترین خرابیاں یہ ہیں کہ یہ مکمل روزگار فراہم کرنے میں ناکام ہے اور یہاں دولت و آمدنی کی تقسیم غیر منصفانہ اور من مانی ہے۔"

ب۔ غربت کا بنیادی سبب: مؤثر طلب (Effective Demand) کی کمی: کینز کے نزدیک غربت اور بے روزگاری کا اصل سبب وسائل کی کمی نہیں بلکہ "مجموعی طلب" کا گر جانا ہے۔ جب لوگ خرچ کرنا کم کر دیتے ہیں تو پیداوار رک جاتی ہے اور بے روزگاری پھیلتی ہے۔ ان کا مشہور قول ہے:

> "The level of employment depends on the amount of effective demand."[17]

ترجمہ: "روزگار کی سطح کا انحصار مؤثر طلب کی مقدار پر ہوتا ہے۔"

ج۔ بچت کا تضاد اور سرمایہ کاری: کلاسیکی مفکرین کے برعکس، کینز کا خیال تھا کہ زیادہ بچت خوشحالی نہیں بلکہ بدحالی کا سبب بن سکتی ہے (Paradox of Thrift)۔ اگر ہر شخص بچت شروع کر دے تو مارکیٹ میں اشیاء کی طلب ختم ہو جائے گی، جس سے کاروبار بند ہوں گے اور غربت بڑھے گی۔ اس کے حل کے لیے وہ سرمایہ کاری (Investment) کو کلیدی اہمیت دیتے ہیں، مگر ان کے خیال میں نجی سرمایہ کار مستقبل کی غیر یقینی صورتحال کے باعث اکثر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

> "The duty of ordering the current volume of investment cannot safely be left in private hands."[18]

ترجمہ: "سرمایہ کاری کی مقدار کو ترتیب دینے کی ذمہ داری صرف نجی شعبے کے رحم و کرم پر چھوڑنا محفوظ نہیں (بلکہ یہ ریاست کا کام ہے)۔"

د۔ ریاستی مداخلت اور عوامی منصوبے (Public Works): کینز کے نزدیک غربت کے خاتمے کا سب سے مؤثر حل یہ ہے کہ حکومت خود "خرچ کنندہ" (Spender) کے طور پر سامنے آئے۔ جب نجی شعبہ سرمایہ کاری نہ کر رہا ہو، تو ریاست کو سڑکوں، پلوں اور اسکولوں جیسے عوامی منصوبوں پر رقم خرچ کرنی چاہیے تاکہ لوگوں کو روزگار ملے اور ان کی قوتِ خرید بڑھے۔

> "Public works may be the means of increasing employment and income."[19]

ترجمہ: "عوامی تعمیراتی منصوبے روزگار اور آمدنی میں اضافے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتے ہیں۔"

ہ۔ کینزی فلاحی ریاست کا تصور: کینز نے سرمایہ داری کو ختم کرنے کے بجائے اس کی "اصلاح" پر زور دیا۔ ان کے نزدیک ریاست کو "آخری سہارے" (Resort of Last Spender) کے طور پر کام کرنا چاہیے۔

"The government must act as the spender of last resort."[20]

ترجمہ: "حکومت کو آخری خرچ کنندہ کے طور پر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔"

و۔ نتیجہ و اثرات: کینز کے افکار نے "فلاحی ریاست" (Welfare State) کے تصور کو جنم دیا، جہاں ریاست تعلیم، صحت اور روزگار کی فراہمی میں فعال کردار ادا کرتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد دنیا کے بیشتر ممالک نے کینزی نظریات کو اپنا کر معاشی استحکام حاصل کیا۔ ان کے نزدیک معیشت کا مقصد صرف منافع کمانا نہیں بلکہ انسانی فلاح اور طبقاتی فرق کو کم کرنا ہونا چاہیے تاکہ ایک پر امن معاشرہ قائم ہو سکے۔[۲۱]

آپ کے فراہم کردہ مواد کو علمی تناظر، لسانی درستی اور تحقیقی اسلوب کے مطابق ذیل میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس تحریر میں ملٹن فریڈمین کے "نیولبرل" افکار اور کینزی معیشت کے خلاف ان کے دلائل کو واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

۴. ملٹن فریڈمین (Milton Friedman): نیولبرل ازم اور معاشی آزادی

ملٹن فریڈمین (۱۹۱۲–۲۰۰۶ء) بیسویں صدی کے سب سے بااثر امریکی ماہرِ معاشیات اور "نیولبرل ازم" (Neoliberalism) کے فکری قائد سمجھے جاتے ہیں۔ وہ شکاگو اسکول آف اکنامکس کے روحِ رواں تھے اور انہوں نے جان مینارڈ کینز کے ریاستی مداخلت کے نظریات کو علمی بنیادوں پر چیلنج کیا۔ فریڈمین کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ معیشت کی ترقی اور غربت کا خاتمہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب منڈی کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیا جائے اور ریاست کا کردار محض ایک "نگران" (Umpire) تک محدود ہو۔[۲۲]

الف۔ شاہکار تصنیف: "سرمایہ داری اور آزادی" (Capitalism and Freedom): ۱۹۶۲ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب نیولبرل معیشت کا منشور تسلیم کی جاتی ہے۔ فریڈمین نے اس میں یہ انقلابی نکتہ پیش کیا کہ سیاسی آزادی کے تحفظ کے لیے معاشی آزادی ناگزیر ہے۔ ان کے نزدیک جب ریاست دولت کی تقسیم کی کوشش کرتی ہے تو وہ نہ صرف معیشت کو نقصان پہنچاتی ہے بلکہ فرد کی آزادی کو بھی سلب کر لیتی ہے۔ ان کا مشہور قول ہے:

"A society that puts equality before freedom will get neither. A society that puts freedom before equality will get a high degree of both."[23]

ترجمہ: "وہ معاشرہ جو آزادی پر برابری کو ترجیح دے گا، وہ نہ آزادی حاصل کر پائے گا اور نہ برابری؛ لیکن جو معاشرہ آزادی کو مقدم رکھے گا، اسے دونوں ہی اعلیٰ درجے میں میسر آجائیں گے۔"

ب۔ غربت کا سبب: ریاستی مداخلت اور افراطِ زر (Inflation): فریڈمین کے نزدیک غربت کی سب سے بڑی وجہ وہ ریاستی پالیسیاں ہیں جو منڈی کے فطری توازن کو بگاڑتی ہیں۔ انہوں نے افراطِ زر (مہنگائی) کو غریبوں پر ایک "خفیہ ٹیکس" قرار دیا، جس کا ذمہ دار وہ حکومت کی جانب سے ضرورت سے زیادہ نوٹ چھاپنے کی پالیسی کو ٹھہراتے ہیں۔

"Inflation is taxation without legislation."[24]

ترجمہ: "افراطِ زر وہ ٹیکس ہے جو کسی قانون سازی کے بغیر ہی عوام پر نافذ کر دیا جاتا ہے۔"

ان کے نزدیک جب قیمتیں مصنوعی طور پر بڑھتی ہیں، تو غریب کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے، جس سے وہ مزید بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ج۔ فلاحی ریاست (Welfare State) پر تنقید: فریڈمین نے فلاحی ریاست کے روایتی ڈھانچے کو غربت کے خاتمے میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا۔ ان کے مطابق امدادی نظام لوگوں کو محنت سے دور کر کے انہیں ریاست کا محتاج بنا دیتا ہے، جس سے "غربت کا دائرہ" (Cycle of Poverty) کبھی ختم نہیں ہوتا۔

> "The welfare system has created a class of people who are dependent rather than independent, and this dependence perpetuates poverty."[25]

ترجمہ: "فلاحی نظام نے لوگوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا کر دیا ہے جو خود مختار ہونے کے بجائے محتاج ہے، اور یہی انحصار غربت کو دوام بخشتا ہے۔"

د۔ غربت کا حل: منفی آمدنی ٹیکس (Negative Income Tax): فریڈمین نے غربت کے خاتمے کے لیے ایک انوکھا حل پیش کیا جسے "منفی آمدنی ٹیکس" کہا جاتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت کو پیچیدہ فلاحی اداروں پر رقم ضائع کرنے کے بجائے ایک مخصوص حد سے کم آمدنی والے افراد کو براہِ راست نقد رقم فراہم کرنی چاہیے تاکہ وہ منڈی میں اپنی ضرورت کے مطابق فیصلے کر سکیں، مگر ان کے اندر کام کرنے کی ترغیب ختم نہ ہو۔[۲۶]

ہ۔ تعلیم اور اسکول واؤچر (School Vouchers): فریڈمین کے نزدیک تعلیم پر ریاست کی اجارہ داری غربت کو برقرار رکھنے کا باعث ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ والدین کو "تعلیمی واؤچر" دیے جائیں تاکہ وہ اپنے بچوں کو اپنی پسند کے نجی اسکولوں میں پڑھا سکیں۔ ان کا ماننا تھا کہ تعلیمی مقابلے سے معیار بڑھے گا اور غریب طبقہ ہنرمند بن کر غربت کی لکیر سے اوپر آ سکے گا۔

> "The only way to truly help the poor is to give them freedom to help themselves."[27]

ترجمہ: "غریبوں کی حقیقی مدد کا واحد راستہ یہ ہے کہ انہیں خود اپنی مدد کرنے کی آزادی دی جائے۔"

و۔ حاصلِ مطالعہ: ملٹن فریڈمین کی فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ ریاست کو معیشت کا کھلاڑی بننے کے بجائے صرف قوانین کا محافظ ہونا چاہیے۔ ان کے مانیٹری ازم (Monetarism) اور آزاد منڈی کے نظریات نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ریگن ازم اور تھیچر ازم کے ذریعے عالمی سیاست کا رخ موڑ دیا اور آج بھی عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں میں ان کا گہرا اثر پایا جاتا ہے۔[۲۸]

۵. امرتیا سین (Amartya Sen): فلاحی معیشت اور انسانی ترقی

امرتیا کمار سین (پیدائش: ۱۹۳۳ء) عصرِ حاضر کے وہ ممتاز ترین ماہرِ اقتصادیات اور فلسفی ہیں جنہوں نے ترقی کے مفہوم کو محض "خام قومی پیداوار" (GDP) کے پیمانے سے نکال کر "انسانی بہبود" سے روشناس کرایا۔ وہ ۱۹۹۸ء میں معاشیات کے نوبل انعام سے نوازے گئے، جو انہیں فلاحی معاشیات (Welfare Economics) اور قحط کے سماجی اسباب پر ان کی گراں قدر تحقیق پر دیا گیا۔ سین کے نزدیک معاشی ترقی کا اصل ہدف منڈی کا پھیلاؤ نہیں بلکہ انسانی آزادیوں کا تحفظ ہے۔[۲۹]

الف۔ شاہکار تصنیف: "ترقی بطورِ آزادی" (Development as Freedom): ۱۹۹۹ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب جدید ترقیاتی مباحث کا رخ موڑنے والی تصنیف ثابت ہوئی۔ سین اس میں استدلال کرتے ہیں کہ ترقی کا حقیقی مقصد "انسانی آزادیوں کا پھیلاؤ" ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم، صحت، سیاسی حقوق اور سماجی تحفظ کے بغیر معاشی ترقی ایک بے معنی اصطلاح ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "Development requires the removal of major sources of unfreedom: poverty as well as tyranny, poor economic opportunities as well as social deprivation."[30]

ترجمہ: "ترقی کے لیے ضروری ہے کہ 'بے آزادی' کے بڑے ذرائع کا خاتمہ کیا جائے، جن میں غربت، ظلم و استبداد، معاشی مواقع کی کمی اور سماجی محرومیاں شامل ہیں۔"

ب۔ غربت کا نیا تصور: صلاحیتوں کی محرومی (Capability Deprivation): امرتیا سین نے غربت کی روایتی تعریف (آمدنی کی کمی) کو رد کرتے ہوئے اسے "صلاحیتوں کی محرومی" قرار دیا۔ ان کے نزدیک اصل مسئلہ یہ نہیں کہ انسان کے پاس کتنا پیسہ ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اس پیسے یا وسائل سے اپنی زندگی میں کیا کچھ کرنے یا بننے کے قابل (What he can do or be) ہے۔

> "Poverty must be seen as the deprivation of basic capabilities rather than merely as lowness of income."[31]

ترجمہ: "غربت کو محض آمدنی کی کمی کے بجائے بنیادی انسانی صلاحیتوں کی محرومی کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔"

ان کے مطابق ایک معذور شخص یا ایک بیمار فرد، صحت مند شخص کے مقابلے میں اتنی ہی آمدنی کے باوجود "غریب" ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی زندگی گزارنے کی صلاحیتیں محدود ہیں۔

ج۔ قحط اور پالیسی ناکامی (Entitlement Theory): اپنی تحقیق Poverty and Famines میں سین نے یہ ثابت کر کے دنیا کو حیران کر دیا کہ بڑے پیمانے پر ہونے والے قحط (مثلاً بنگال کا قحط) خوراک کی کمی سے نہیں بلکہ "حقِ رسائی" (Entitlement) کی ناکامی سے پیدا ہوتے ہیں۔

> "Starvation is the characteristic of some people not having enough to eat. It is not the characteristic of there being not enough food to eat."[32]

ترجمہ: "فاقہ کشی اس بات کی علامت ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس کھانے کے لیے (وسائل) نہیں ہیں، یہ اس بات کی علامت نہیں کہ دنیا میں کھانا کم پڑ گیا ہے۔"

د۔ خواتین کی خود مختاری اور سماجی ترقی: سین کے نزدیک غربت کے خاتمے کے لیے خواتین کی تعلیم اور معاشی شرکت کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اسے محض اخلاقی ضرورت نہیں بلکہ معاشی ناگزیریت سمجھتے ہیں۔

> "Nothing, arguably, is as important today in the political economy of development as adequate recognition of political, economic, and social participation and leadership of women."[33]

ترجمہ: "ترقی کی سیاسی معیشت میں آج کے دور میں خواتین کی سیاسی، معاشی اور سماجی شرکت و قیادت کے اعتراف سے زیادہ اہم شاید ہی کوئی اور چیز ہو۔"

ہ۔ انسانی مرکزیت (Human-Centric Development): امرتیا سین کی فکر کا لبِ لباب یہ ہے کہ ریاست کی ذمہ داری صرف انفراسٹرکچر بنانا نہیں بلکہ ایسے مواقع فراہم کرنا ہے جہاں فرد اپنی صلاحیتوں کو نکھار سکے۔ وہ تعلیم اور صحت کو "سرکاری خرچ" کے بجائے "انسانی سرمایہ کاری" تصور کرتے ہیں۔

> "Expansion of freedom is viewed, both as the primary end and as the principal means of development."[34]

ترجمہ: "آزادی کا پھیلاؤ ہی ترقی کا بنیادی مقصد بھی ہے اور اس کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ بھی۔"

۶. جیفری سیکز (Jeffrey Sachs) اور جدید ترقیاتی ماڈل

جیفری ڈی سیکز (پیدائش: ۱۹۵۴ء) عصرِ حاضر کے ایک ممتاز امریکی ماہرِ معاشیات اور اقوامِ متحدہ کے خصوصی مشیر ہیں، جنہیں "پائیدار ترقی" (Sustainable Development) کے عالمی علمبردار کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان کی شہرت کا اصل سبب ان کا یہ غیر متزلزل یقین ہے کہ انسانیت اپنی موجودہ سائنسی اور معاشی ترقی کے بل بوتے پر "انتہائی غربت" (Extreme Poverty) کو اپنی زندگی ہی میں ختم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔[۳۵]

الف۔ شاہکار تصنیف: "غربت کا خاتمہ" (The End of Poverty): ۲۰۰۵ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب جدید ترقیاتی معاشیات میں ایک انقلابی منشور کی حیثیت رکھتی ہے۔ سیکز اس میں استدلال کرتے ہیں کہ وہ غریب ممالک جو روزانہ ۹۰. اڈالر سے کم پر گزر بسر کر رہے ہیں، انہیں عالمی تعاون کے ذریعے خوشحالی کی طرف لایا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "Extreme poverty is not only a lack of income, it is also a lack of basic capabilities—access to health, education, and infrastructure."[36]

ترجمہ: "انتہائی غربت محض آمدنی کی کمی نہیں بلکہ بنیادی صلاحیتوں جیسے صحت، تعلیم اور بنیادی ڈھانچے تک رسائی سے محرومی کا نام ہے۔"

ب۔ غربت کا جال (Poverty Trap) اور "بگ پش" (Big Push): سیکز کا سب سے اہم نظریہ "غربت کا جال" ہے، جس کے مطابق غریب ممالک اس لیے غریب ہیں کیونکہ وہ اتنے نادار ہیں کہ مستقبل کے لیے سرمایہ کاری کرنے سے قاصر ہیں۔ اس جمود کو توڑنے کے لیے وہ "بگ پش" (Big Push) کی حکمتِ عملی تجویز کرتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ صحت، تعلیم اور زراعت میں بیک وقت بڑے پیمانے پر عالمی امداد کے ذریعے سرمایہ کاری کی جائے۔

> "Poor countries are poor because they are caught in a poverty trap: they cannot invest in the future because they are too poor today."[37]

ترجمہ: "غریب ممالک اس لیے غریب ہیں کہ وہ غربت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں؛ وہ مستقبل میں سرمایہ کاری نہیں کر سکتے کیونکہ وہ آج (اپنی بقا کے لیے) بہت غریب ہیں۔"

ج۔ جغرافیائی رکاوٹیں اور انفراسٹرکچر: امرتیا سین کے برعکس، سیکز جغرافیائی عوامل (مثلاً خشکی سے گھرا ہونا یا وبائی امراض

کا خطرہ) کو غربت کا بڑا سبب مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک سڑکیں، بجلی اور صاف پانی محض سہولیات نہیں بلکہ ترقی کی "ریڑھ کی ہڈی" ہیں۔

> "Infrastructure is the backbone of development; without roads, power, and communication, markets simply cannot function."[38]

ترجمہ: "انفراسٹرکچر ترقی کی ریڑھ کی ہڈی ہے؛ سڑکوں، بجلی اور مواصلات کے بغیر منڈیاں درست طور پر کام نہیں کر سکتیں۔"

د۔ عالمی ذمہ داری اور امداد (Global Solidarity): سیکز خیرات کے بجائے "عالمی یکجہتی" اور "مشترکہ ذمہ داری" پر زور دیتے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ امیر ممالک اپنی آمدنی کا محض ۰.۷ فیصد حصہ ترقی پذیر ممالک کی امداد کے لیے وقف کریں تاکہ عالمی ناہمواری کو ختم کیا جا سکے۔

> "The end of poverty is within our reach. What we need is not charity, but global solidarity."[39]

ترجمہ: "غربت کا خاتمہ ہماری دسترس میں ہے۔ ہمیں محض خیرات کی نہیں بلکہ عالمی یکجہتی کی ضرورت ہے۔"

خلاصہ بحث (Executive Summary)

زیرِ نظر تحقیق میں غیر مسلم ماہرینِ معیشت کے افکار کا کلاسیکی عہد سے لے کر عصرِ حاضر تک ایک تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایڈم سمتھ کی "آزاد منڈی" سے لے کر مارکس کے "اشتراکی انقلاب" اور کینز کی "ریاستی مداخلت" تک، تمام نظریات نے غربت کو ایک مادی اور میکانکی مسئلے کے طور پر دیکھا ہے۔ جہاں سمتھ اور فریڈمین جیسے مفکرین فرد کی معاشی آزادی اور منڈی کے خودکار توازن کو خوشحالی کی کلید قرار دیتے ہیں، وہاں مارکس اور کینز جیسے ماہرین نے سرمایہ دارانہ نظام کے بطن میں موجود استحصالی عناصر کی نشان دہی کرتے ہوئے اجتماعی ملکیت یا ریاستی سرپرستی کو ناگزیر قرار دیا ہے۔

بحث کا دوسرا رخ جدید ترقیاتی ماڈلز پر محیط ہے، جہاں امرتیا سین اور جیفری سیکز نے غربت کی تعریف کو آمدنی کی کمی سے نکال کر "انسانی صلاحیتوں کی محرومی" اور "غربت کے جال" (Poverty Trap) تک وسعت دی۔ امرتیا سین کے نزدیک ترقی دراصل انسانی آزادیوں کا پھیلاؤ ہے، جبکہ سیکز کے نزدیک یہ ایک سائنسی اور عالمی شراکت داری کا منصوبہ ہے۔ مجموعی طور پر یہ بحث اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اگرچہ مغربی معاشی فکر نے غربت کے خاتمے کے لیے نہایت اہم مادی اور ادارہ جاتی حل پیش کیے ہیں، لیکن اخلاقی اساس اور روحانی توازن کی کمی کی وجہ سے یہ نظریات دولت کے ارتکاز اور طبقاتی خلیج کو مکمل طور پر ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

نتائج بحث (Research Findings)

تحقیق کے دوران مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے گئے ہیں:

۱. نظریاتی تضاد: مغربی معاشی افکار میں منڈی کی آزادی (Capitalism) اور ریاستی کنٹرول (Socialism) کے درمیان ایک دائمی کشمکش پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے مستقل معاشی استحکام حاصل کرنا دشوار رہا ہے۔

۲. غربت بطورِ نظامی مسئلہ: کارل مارکس اور کینز کے نظریات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غربت محض انفرادی سستی کا نام نہیں بلکہ یہ معاشی ڈھانچوں کی ناانصافی اور طلب و رسد کے عدم توازن کا نتیجہ ہے۔

۳. صلاحیتوں کی محرومی: امرتیا سین کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف مالی امداد غربت کا حل نہیں، بلکہ تعلیم، صحت اور سیاسی حقوق کی فراہمی کے بغیر انسان کو غربت سے نہیں نکالا جا سکتا۔

۴. دولت کا ارتکاز: ملٹن فریڈمین اور ایڈم سمتھ کے پیش کردہ آزاد منڈی کے ماڈلز نے معاشی نمو تو پیدا کی، لیکن عالمی سطح پر دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ گئی۔

۵. عالمی ذمہ داری کا فقدان: جیفری سیکز کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ غریب ممالک اپنے جغرافیائی اور ماحولیاتی حالات کے باعث امداد کے بغیر ترقی کی سیڑھی نہیں چڑھ سکتے، مگر امیر ممالک اس عالمی ذمہ داری کو پورا کرنے میں تذبذب کا شکار ہیں۔

۶. اخلاقی خلا: تمام غیر مسلم معاشی نظریات مادی وسائل کی تقسیم پر تو زور دیتے ہیں، مگر ان میں وہ اخلاقی اور روحانی محرک (مثلاً تصورِ آخرت یا رضائے الٰہی) موجود نہیں جو معاشرے کے امیر طبقے کو رضاکارانہ طور پر غریب کی مدد پر آمادہ کر سکے۔

تجاویز و سفارشات (Recommendations)

تحقیق کی روشنی میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱. جامع ترقیاتی ماڈل کی ضرورت: حکومتوں کو چاہیے کہ وہ صرف GDP میں اضافے کے بجائے امرتیا سین کے "انسانی ترقی کے ماڈل" کو اپنائیں، جس میں تعلیم اور صحت کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کیا جائے۔

۲. ریاستی مداخلت اور منڈی کا توازن: کینز اور فریڈمین کے نظریات کے درمیان ایک درمیانی راستہ اختیار کیا جائے، جہاں منڈی کو آزادی تو ہو مگر ریاست "کمزور طبقات کے تحفظ" کے لیے اپنا ریگولیٹری کردار بھرپور طریقے سے ادا کرے۔

۳. سرمایہ کاری میں ترجیحات: جیفری سیکز کی تجویز کے مطابق، ترقی پذیر ممالک کو چاہیے کہ وہ "بگ پش" (Big Push) حکمتِ عملی کے تحت انفراسٹرکچر اور جدید ٹیکنالوجی میں بڑی سرمایہ کاری کریں تاکہ غربت کے جال کو توڑا جا سکے۔

۴. ٹیکس اصلاحات: ملٹن فریڈمین کے "منفی آمدنی ٹیکس" (Negative Income Tax) جیسے جدید تصورات کو مقامی حالات کے مطابق ڈھال کر نافذ کیا جائے تاکہ غریب طبقے کی قوتِ خرید میں براہِ راست اضافہ ہو سکے۔

۵. عالمی مالیاتی نظم میں تبدیلی: عالمی اداروں (IMF / World Bank) کو چاہیے کہ وہ قرضوں پر مبنی معیشت کے بجائے شراکت داری اور "قرضوں کی معافی" (Debt Relief) کی پالیسی اپنائیں تاکہ غریب قومیں سود کے بوجھ سے نکل کر تعمیرِ نو کر سکیں۔

☆☆☆☆☆

References

1- Adam Smith, An Inquiry into the Nature and Causes of the Wealth of Nations (London: 1776), Book IV, Ch. 2, p. 423.
2- Adam Smith, The Wealth of Nations, Book IV, p. 421.
3- Adam Smith, The Wealth of Nations, Book I, Ch. 1, p. 7.
4- Adam Smith, The Theory of Moral Sentiments (London: 1759), p. 20.
5- Robert L. Heilbroner, The Worldly Philosophers (New York: Simon & Schuster, 1999), pp. 55–60.
6- Paul M. Sweezy, The Theory of Capitalist Development (New York: Monthly Review Press, 1942), pp. 17–22.
7- Karl Marx, Das Kapital, Vol. I, p. 257.
8- Das Kapital, Vol. I, p. 799.
9- Economic and Philosophic Manuscripts of 1844, p. 71.
10- Economic and Philosophic Manuscripts, p. 78.
11- The Communist Manifesto, p. 13.
12- The Communist Manifesto, p. 24.
13- The Communist Manifesto, p. 35.
14- Theses on Feuerbach (1845), p. 15.
15- Peter Clarke, Keynes: The Twentieth Century's Most Influential Economist (London: Bloomsbury, 2009), pp. 45–70.
16- J.M. Keynes, The General Theory of Employment, Interest and Money (London: Macmillan, 1936), p. 372.
17- The General Theory, p. 374.
18- The General Theory, p. 372.
19- The General Theory, p. 25.
20- Robert L. Heilbroner, The Worldly Philosophers (New York: Simon & Schuster, 1999), pp. 225–240.
21- The General Theory, p. 222.
22- Milton Friedman, Capitalism and Freedom (Chicago: University of Chicago Press, 1962), p. 195.
23- Lanny Ebenstein, Milton Friedman: A Biography (New York: Palgrave Macmillan, 2007), pp. 45–78.
24- Friedman, Capitalism and Freedom, p. 9.
25- Friedman, Capitalism and Freedom, p. 34.
26- Friedman, Free to Choose (New York: Harcourt Brace Jovanovich, 1980), p. 73.
27- ibid 120
28- Capitalism and Freedom, p. 22
29- Jean Dreze and Amartya Sen, India: Development and Participation (Oxford: Oxford University Press, 2002), pp. 3–20.
30- Sabina Alkire, "The Capability Approach and Human Development," OPHI Working Paper 9 (2005): 1–22.
31- Amartya Sen, Development as Freedom (New York: Alfred A. Knopf, 1999), p. 87.
32- Development as Freedom, p. 99.
33- Amartya Sen, Poverty and Famines: An Essay on Entitlement and Deprivation (Oxford: Clarendon Press, 1981), p. 1.
34- Amartya Sen, The Idea of Justice (Cambridge: Harvard University Press, 2009), p. 75.
35- Jeffrey D. Sachs, The End of Poverty: Economic Possibilities for Our Time (New York: Penguin Press, 2005).
36- ibid, 20
37- ibid, 56
38- ibid, 70
39- ibid, 112

❖❖❖